# گنڈک کا بھوت

مکتبہ پیام تعلیم، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

کرشن چندر

مکتبہ پیام تعلیم - جامعہ نگر - نئی دہلی - ۲۵

کرشن چندر

# گنڈک کا بھُوت

کہتے ہیں کہ بہت پُرانے زمانے میں گنڈک کا قلعہ ہندستان کے سب قلعوں سے زیادہ مضبُوط سمجھا جاتا تھا اور اِسی لیے گنڈک کا راجا سب سے بڑا سمجھا جاتا تھا۔ راجا کے راج میں رعایا بڑی سُکھی تھی اور امن چین سے رہتی تھی۔

لیکن گنڈک کا راجا اکثر بہت اُداس اور فکرمند دیکھا جاتا تھا، کیونکہ چند برس سے اس کے قلعے کے خزانے پر ایک بھُوت نے قبضہ جما رکھا تھا۔ یہ بھُوت کِسی سے کچھ نہیں کہتا تھا۔ صرف جو شخص خزانے کے قریب جاتا تھا، اُس کا سَر کاٹ ڈالتا تھا۔

گنڈک قلعے کا خزانہ قلعے کی سب سے اُونچی چوبُرجی کے اندر لوہے کے ایک بہت بڑے

کمرے میں بند تھا۔ اس کا دروازہ بھی لوہے کا تھا اور اس پر لوہے کا ایک بہُت مضبُوط دو من وزن کا تالا پڑا ہُوا تھا۔ خزانے والے کمرے سے پہلے ایک اور کمرہ تھا۔ جس کے دروازے پر بہت موٹی آہنی سلاخیں لگی ہُوئی تھیں۔ اس کمرے کے اندر چوکی دار گشت لگا کر پہرہ دیتے تھے۔ کمرے کے باہر چوبرجی کی سیڑھیاں تھیں اور یہ سیڑھیاں اِس قدر تنگ تھیں کہ ایک وقت میں صِرف ایک آدمی ہی بڑی مشکل سے ان پر چل سکتا تھا۔

چوبُرجی کے اِس تنگ زینے پر دن کے وقت بھی رات کی سی تاریکی اور خاموشی چھائی رہتی تھی۔ زینے کی دیواروں کے دونوں طرف اندر سے لوہے کے بڑے بڑے اور نوکیلے بھالے باہر نکلے ہُوئے تھے، اور چھت زینے سے اس قدر کم فاصلے پر تھی کہ سپاہیوں کو اپنا سر جُھکا کر ایک ایک قدم پھُونک پھُونک کر رکھنا پڑتا تھا۔ ذرا قدم اِدھر سے اُدھر ہُوا اور دیوار سے نِکلا ہُوا
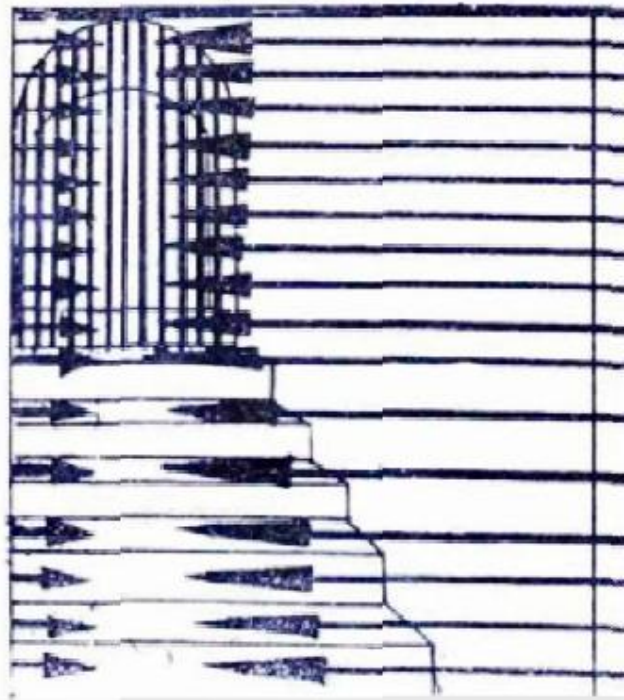
تیز بھالا پیٹھ یا سینے میں چبھ گیا۔ چوبرجی کا زینہ نیچے جا کر سرکاری توشہ خانے میں کھلتا تھا۔ یہاں پر بھی لوہے کا ایک بڑا پھاٹک تھا اور سپاہی ہر وقت پہرہ دیتے تھے۔

مگر چند برس سے یہ ہونے لگا تھا کہ شام کے وقت جب توشہ خانے کے پھاٹک سے جو نئی گارد چوبرجی کی سیڑھیاں چڑھ کر خزانے کے کمرے پر پہرہ دینے کے لیے جاتی، وہ خزانے کے کمرے پر پہرہ دینے والی پرانی گارد کو مُردہ حالت میں دیکھتی، اور چاروں سپاہیوں کے سَر تن سے جُدا ہوتے۔ پھر دُوسرے دِن صُبح جو گارد ڈیوٹی بدلی کرنے جاتی وہ شام کی گارد کو مُردہ حالت میں دیکھتی، کوئی زندہ نہ بچتا، سب کے سَر تن سے جُدا ہوتے۔

ان واقعات سے شہر میں خوف و ہراس پھیل گیا، اور لوگوں نے ڈر اور خوف کے مارے قلعے کے اس حصّے کی طرف جانا ہی چھوڑ دیا تھا۔

اگر سرکاری خزانے کا معاملہ نہ ہوتا تو راجا خود سپاہیوں کو اس طرف پہرہ دینے سے روک دیتا مگر مُصیبت
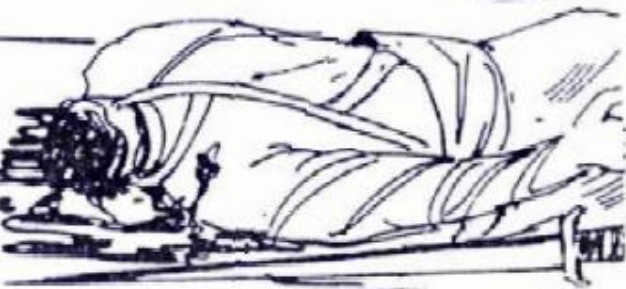
یہ تھی کہ قلعے کا شاہی خزانہ جس میں راجا کے خاندان کی بے شمار دولت، روپے، اشرفیاں، سونا چاندی، ہیرے جواہرات، موتی پُشت ہا پُشت سے جمع ہوتے آئے تھے، اِسی چوبُرجی کے آہنی کمرے میں موجُود تھا۔ اِس لیے اِس خزانے کی حفاظت کے لیے اس کمرے پر پہرہ دینا بھی ضروری تھا۔ اِس پہرے میں ہر روز آٹھ آدمی قتل ہو جاتے تھے۔ چار صبح اور چار شام، مگر پہرہ ہر روز دیا جاتا تھا۔

راجا بہت دُکھی تھا، کیونکہ اب وہ سرکاری خزانے سے ایک پائی بھی نہیں نکال سکتا تھا۔ صرف باہر کی آمدنی پر اپنا گزارہ کرتا تھا، اور پھر ہر روز آٹھ انسانی جانوں کا نقصان ہوتا تھا، اور اس سے رعایا میں بے چینی پھیلنے کا اندیشہ تھا۔

رات کے وقت اِس چوبُرجی کے اندر سے لوگوں نے بڑی خوفناک چیخیں سُنی تھیں اور ایک بُہت بڑا قہقہہ بھی سُنائی دیا تھا، جیسے وہ کسی بھُوت کا نہیں بلکہ کسی بُہت بڑے دیو کا قہقہہ ہو۔ کہیں دُور سے

انھیں چوبُرجی کی آہنی سلاخوں والے دروازے کے باہر مدھم چاندنی میں ایک بے سر کا بھوت بھی نظر آیا تھا۔ اس بھوت کا سر نہیں تھا اور اس نے اپنے جسم پر لوہے کی زرہ بکتر پہن رکھی تھی اور ہمیشہ اس بھوت نے ہاتھ میں ایک تلوار پکڑی ہوتی تھی، جس سے وہ پہرے داروں کے سر قلم کر دیتا تھا اور پھر زور زور سے خوفناک قہقہے لگاتا ہُوا چوبُرجی کے زینے میں غائب ہو جاتا تھا۔

صبح کے وقت اس زینے پر گھنٹوں تلاش کرنے سے بھی کسی آدمی کا سُراغ نہ ملتا تھا۔ ہمیشہ زینہ خالی ہی ملتا تھا اور خزانے والے کمرے کا تالا بھی لگا ہُوا ملتا تھا، اور توشہ خانے کا پھاٹک بھی بند ملتا تھا۔ نہ باہر سے کوئی آدمی بغیر شناخت اندر جا سکتا تھا، نہ اندر سے کوئی آدمی باہر آ سکتا تھا۔ پھر بھی ہر روز پہرے دار قتل ہو جاتے تھے۔

گنڈک کے راجا نے اس بے سَر کے بھوت کو قلعے سے بھگانے کے لیے بڑے بڑے

جوتشی ، عامل ، پنڈت ، جھاڑ پھونک کرنے والے ، تانترک اور جادوگر بلائے ، مگر کسی کی ایک نہ چلی ۔ وہ سب لوگ دوسرے دن چوبرجی کے زینے پر یا خزانے کے کمرے کے باہر مُردہ حالت میں پائے جاتے تھے اور ان کے سَر تن سے جُدا ہوتے تھے ۔ خالی دھڑ ہی پڑے ہوتے تھے ۔

کئی مہینوں کی ناکام کوشش کے بعد راجا نے سارے علاقے میں یہ منادی کرا دی کہ جو کوئی شخص اس بے سَر کے بھوت کو قلعے سے بھگا دے گا ، اُسے راجا اپنی آدھی سلطنت انعام میں دے گا اور اپنی بیٹی کی شادی بھی اس سے کر دے گا۔ اس منادی کے بعد کئی مہینے تک علاقے سے اور علاقے کے باہر سے بھی طرح طرح کے لوگ اور بہادر نوجوان اس مہم کو سَر کرنے کے لیے آتے رہے اور اس بے سَر کے بھوت کو بھگانے کی کوشش میں اپنی جان کھوتے رہے ، مگر خزانے کا بھوت کسی طرح بھی اپنی جگہ سے ٹس سے مَس نہ ہوا اور وہ پہریداروں کو ہلاک کرتا رہا۔

شاہی خزانے کے غم میں گنڈک کا راجا دن بہ دن سُوکھ سُوکھ کر دُبلا ہوتا گیا، اور جب شاہی پہرے داروں نے بھی پہرہ دینے سے انکار کر دیا تو راجا نے خودکشی کرنے کی ٹھانی۔

ایک روز وہ گھوڑے پر سوار ہو کر قلعے سے باہر نکلا، اور جنگل کی جانب چل پڑا۔ شام ہوتے ہوتے وہ ایک ندی کے کنارے پہنچ گیا۔ یہ ندی بہت گہری تھی، جس کے دونوں طرف اُونچے اُونچے ٹیلے تھے۔ یہاں پر راجا نے گھوڑے سے اُتر کر اپنی تلوار اور پگڑی گھوڑے کی پیٹھ پر رکھ دی اور خود ندی میں چھلانگ لگا دی تاکہ اپنی زندگی کا خاتمہ کر دے۔

اتّفاق سے اُس وقت ایک اُونچے ٹیلے پر ایک چرواہا اپنی بھیڑ بکریاں چرا رہا تھا۔ اُس کا نام مُنّو تھا اور وہ چُنّو بڑھئی کا بیٹا تھا، اور اس کی عمر آٹھ سال کی تھی، اور وہ اپنے گاؤں کا سب سے شریر اور نڈر لڑکا تھا اور جنگل میں اکیلے بھیڑ بکریاں چرانے کے لیے لے جایا کرتا تھا۔ اُس نے جب ٹیلے پر سے ایک آدمی کو ندی میں

چھلانگ لگاتے دیکھا تو اس نے ٹیلے پر سے وہیں اُوپر سے ایک بڑی رسّی گھُما کر نیچے پھینکی۔ رسّی ایک لمحے کے لیے پانی کے اندر ڈوبی اور دُوسرے لمحے میں راجا کو اپنے گھیرے میں باندھ کر باہر کنارے پر زندہ کھینچ لائی۔

مُنّو نے ڈُوبنے والے آدمی سے پُوچھا: "تُو کون ہے؟"

"مَیں گنڈک کا راجا ہُوں۔" وہ بولا۔

"راجا ہے تو ڈُوبتا کیُوں ہے؟" مُنّو نے پُوچھا۔

گنڈک کے راجا نے مُنّو کو اپنی ساری بِپتا کہہ سُنائی۔

مُنّو اِس کہانی کو سُن کر بہُت ہنسا، اور بولا:

"زندہ ہو کر مُردوں سے ڈرتا ہے؟ تُو کیسا راجا ہے؟"

راجا بولا: "وہ مُردہ نہیں ہے۔ وہ ایک بہت خوفناک بے سَر کا بھُوت ہے!"

مُنّو اکڑ کر بولا:

"مجھے اپنے قلعے میں لے چل۔ مَیں تیرے بھُوت کو وہاں سے بھگا دُوں گا۔"

راجا نے اِس چھوٹے سے

بچّے کی دلیری دیکھی تو بہت حیران ہُوا۔ لیکن پھر اُس نے کہا :
" تُو نے میری جان بچائی ہے، تو اِس کے بدلے میں
مَیں تیری جان کیسے لے لُوں، اور پھر ابھی تُو صِرف آٹھ سال
کا بچّہ ہے اور وہ قلعے کا بھُوت بہت بڑا اور خوفناک ہے۔
اب تک ہزاروں سپاہیوں کے سَر کاٹ چُکا ہے۔"

راجا نے مُنّو کو بہت سمجھایا مگر منّو ایک نہ مانا۔ آخر کار
راجا اُسے اپنے ساتھ لے جانے پر تیّار ہو گیا۔

منّو نے اپنے بھیڑ بکریوں کے گلّے کو ہانکا، اور انھیں
اپنے گاؤں میں لے گیا۔ راجا اپنے گھوڑے پر سوار اس کے
پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ جب مُنّو گھر پہنچا اور اُس نے اپنے
گھر والوں پر اپنا ارادہ ظاہر کیا تو گھر کے سارے لوگ رونے
لگے اور اسے قلعے میں جانے سے
منع کرنے لگے۔ مگر منّو بڑا ضدّی
لڑکا تھا۔ کِسی طرح نہ مانا۔ چلتے
وقت سارا گاؤں اُسے چھوڑنے
کے لیے باہر آ گیا۔

چلتے وقت مُنّو کی ماں نے

اپنے بیٹے کے سَر پر ہاتھ پھیرا اور بولی :
"بیٹا ! تجھے دینے کے لیے میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ صِرف ایک موٹی سُوئی ہے ۔ اِس سُوئی سے مَیں زندگی بھر اپنی غریبی کے پھٹے پُرانے چیتھڑے سِیتی رہی ہُوں۔ مُصیبت کے وقت ہمیشہ یہ سُوئی ہی میرے کام آئی ہے ۔ اِس لیے اب یہ سُوئی مَیں تجھے دیتی ہُوں ۔ گو کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ یہ سُوئی تیری کیسے مدد کر سکے گی ۔"

منّو کے باپ نے اپنے بیٹے کو ایک کھلونا دیا۔ یہ ایک گول سر والا کاٹھ کا لڑکا تھا۔ جس کے پاؤں میں لکڑی کا ایک کھٹکا لگا ہُوا تھا۔ اِس کھٹکے کو دبانے سے اِس کاٹھ کے لڑکے کے ہونٹ اندر سے کھُل جاتے تھے اور اس میں سے لال رنگ کی زبان باہر نکلتی تھی، اور دیکھنے والوں کا مُنہ چڑاتی تھی۔ اور پھر کھٹکا دبانے سے وہ مُنہ یُوں بند ہو جاتا تھا، جیسے اس گول مٹول کاٹھ کے سَر میں کوئی مُنہ ہی نہیں تھا۔
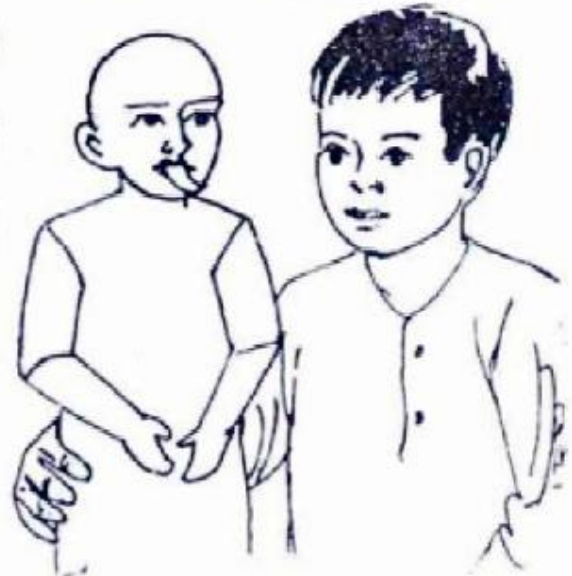
منّو اِس کھلونے کو لے کر بہت خوش ہُوا اور اس کھلونے کو اُلٹ پَلٹ کر دیکھنے لگا۔ اس کے باپ نے سر کھُجا کر کہا :

"اِسے مَیں نے تیرے لیے بنایا تھا۔ لے جا۔ گو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کاٹھ کا لڑکا تیری مدد کیسے کرے گا؟"

منّو کی چھوٹی بہن نے اپنی اوڑھنی کے ایک کونے کو پھاڑ کر اس میں بہت سے جگنو جنگل کی جھاڑیوں سے پکڑ کر اکٹھے کر کے باندھ دیے تھے، اس نے جگنوؤں سے بھرا ہُوا کپڑے کا یہ ٹکڑا بھائی کی کلائی پر باندھ دیا، اور بولی :

"بھیّا! میرے پاس تو اور کچھ بھی نہیں۔ بس یہ جگنو ہیں۔ گو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ جگنو تمھاری کیسے مدد کریں گے؟"

منّو سب کو دلاسا دے کر رخصت ہُوا۔ راجا نے اسے اپنے پیچھے گھوڑے کی پیٹھ پر بٹھا لیا، اور رات سے پہلے پہلے واپس قلعے کے اندر پہنچ گیا۔

قلعے کے اندر پہنچ کر ایک بار پھر راجا نے بڑی محبّت اور شفقت سے منّو کو سمجھایا۔ مگر جب منّو کِسی

طرح نہ مانا ، اور آدھی سلطنت اور راجا کی بیٹی سے شادی
کرنے پر اڑا رہا ، تو راجا ہار کر اسے توشہ خانے کے دروازے
تک لے گیا ۔ اور منّو کو دروازے کے اندر بھیج کر دروازہ باہر
سے بند کرتے ہُوئے راجا نے ایک بار پھر کہا :

"اب بھی اگر چاہو تو واپس آ سکتے ہو ؟"

"نہیں !" منّو نے بڑی مضبُوطی سے جواب دیا۔

"کِسی چیز کی اگر ضرورت ہے تو لے سکتے ہو۔" راجا نے
پُوچھا۔ "مثلاً تلوار یا بندوق ؟"

منّو نے کچھ دیر تک سوچنے کے بعد کہا :

"نہیں ۔ مجھے صِرف ایک لاٹھی چاہیے ۔ موٹے بانس کی
بھاری لاٹھی ! اور ایک لمبی ریشمی رسّی دے دو۔"

راجا بولا :

"اس خوفناک بھُوت پر
کِسی لاٹھی ، تلوار یا بندوق کا اثر
نہیں ہوتا ۔ نہ ہی اُسے کِسی رسّی
سے پکڑا جا سکتا ہے ۔"

"تمھیں اِس سے کیا ۔" مُنّو

بولا ۔ "جو میں مانگتا ہوں وہ مجھے دے دو۔"

چنانچہ راجا نے اسے ایک بہت لمبی اور مضبوط رسّی منگوا کر دے دی، اور ایک بڑی موٹے چوڑے بانس کی لاٹھی منّو کے ہاتھ میں تھما دی اور پھر توشہ خانے کے دروازے کو اچھّی طرح سے بندکر کے خود اپنے محل میں واپس آ گیا۔

منّو توشہ خانے کے اندر سے اُوپر چوبُرجی کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ رسّی اُس نے لاٹھی کے ساتھ باندھ دی تھی اور اب اس کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں پکڑے چوبُرجی کے تنگ زینے پر کھَٹ کھَٹ کی آواز پیدا کرتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ اور راستے میں جہاں جہاں اُسے دیوار گیر مشعلیں جلتی تھیں وہ انھیں جگاتا جاتا تھا۔ بانس کا ڈنڈا اس کے پیچھے زور زور سے کھَٹ کھَٹ کرتا ہوا آ رہا تھا۔ اسی شور اور ہنگامے میں وہ زینے کی ساری سیڑھیاں چڑھ کر اُوپر جا پہنچا۔ وہاں پر لوہے کی سلاخوں والا ایک کمرہ تھا۔ جہاں سپاہی پہرہ دیتے تھے۔ اِسی کمرے

کے اندر شاہی خزانے کا لوہے کا دروازہ تھا۔

منّو نے اس خالی کمرے کو خوب اچھی طرح سے چاروں طرف سے ٹھونک بجا کر دیکھا۔ دیواروں میں کہیں کوئی دراز نہ تھی اور لوہے کا دروازہ بھی بند تھا۔ دو من وزنی تالا بھی لگا ہُوا تھا۔ لوہے کی سلاخیں بھی مضبُوط تھیں۔ منّو نے لوہے کے دروازے کی سلاخوں سے جھانک کر نیچے دیکھا تو اُسے چوبُرجی کے مینار کے نیچے توشہ خانے کا دروازہ صاف دکھائی دیا۔

منّو نے تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد ریشمی ڈوری کا ایک سرا لوہے کی ایک سلاخ کے ساتھ مضبُوطی سے باندھ دیا اور ڈوری کا دُوسرا سرا مینار کے نیچے گرا دیا۔ رسّی بہُت لمبی تھی۔ اُس کا دُوسرا سرا توشہ خانے کے دروازے تک پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر منّو کو بہُت اطمینان ہُوا۔ اِس کے بعد منّو نے اپنی جیب سے اپنے باپ کے دِیے ہُوئے لکڑی کے کِھلونے کو نکالا۔ جس کے ایک سرے پر لکڑی کا ایک بڑا گول مٹول سا سَر تھا اور دُوسرے

سِرے پر لکڑی کا کھٹکا تھا۔ جسے دبانے سے اِس گول مٹول سر میں دو ہونٹ کھُلتے تھے اور ان میں سے ایک سُرخ زبان باہر نِکل کر مُنہ چڑاتی تھی۔ منّو بہت دیر تک اسے دیکھ کر ہنستا رہا اور اس سے کھیلتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد منّو نے بانس کی لاٹھی لے کر اُس کے دو ٹکڑے کر دیے اور انھیں اپنی ٹانگوں کے ساتھ باندھ لیا۔ ٹانگوں میں بانس کے ڈنڈے باندھنے سے اُس کا قد اپنے قد سے چار گنا ہو گیا تھا، اور اب اس کا سَر کمرے کی چھَت سے لگ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اُن بانس کے ڈنڈوں کے سہارے سے کمرے میں اِدھر اُدھر چلنے کی مشق کرتا رہا، اور جَب اچھی طرح مشق کر چکا تو چُپکے سے کمرے کے ایک کونے میں جا کر کھڑا ہو گیا۔
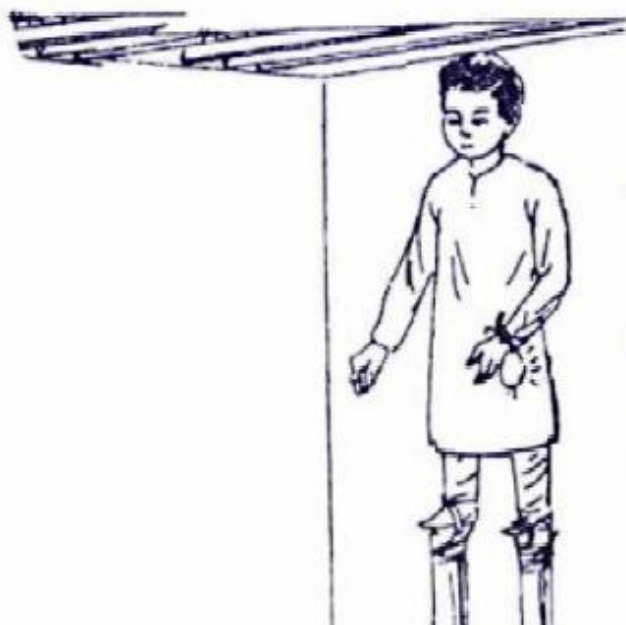
آخر جب آدھی رات اِدھر ہُوئی، آدھی رات اُدھر ہُوئی، تو یکایک ایک خوفناک دھماکے سے زِینے کی ساری مشعلیں ایک دم بجُھ گئیں اور پھر چاروں طرف

گھُپ اندھیرا چھا گیا۔ پھر اُس اندھیرے میں ایک خوفناک قہقہہ بلند ہُوا اور منّو نے دیکھا کہ ایک خوفناک بھُوت ہے اور اس کی گردن پر کوئی سَر نہیں ہے اور اس کے جسم پر لوہے کا زرہ بکتر ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک تلوار ہے جو انگارے کی طرح چمک رہی ہے۔

"مانس گندھ! مانس گندھ!! مجھُے اِنسان کی بُو آ رہی ہے۔" بھُوت بھاری لہجے میں گرج کر بولا۔ "کدھر ہے میرا شکار!" وہ زور زور سے تلوار چلاتے ہوُئے بولا۔

منّو اسے دیکھ کر زور زور سے ہنسنے لگا۔

بھُوت نے منّو کو ہنستے دیکھ کر کہا:

"ابے توُ کیوں ہنستا ہے۔ آج تو تیری موت آئی ہے!"

منّو نے کہا:

"ابے توُ کیسا بھُوت ہے، تیرا کوئی سر ہی نہیں! ــــ ہا ہا، بہت خوب! مَیں نے آج تک ایسا احمق بھُوت ہی نہیں دیکھا تھا۔ جس کا کوئی سَر ہی نہ ہو۔"

منّو کو زور زور سے ہنستے دیکھ کر بھُوت کو بہت غصّہ آ گیا۔ اُس نے اپنی کٹی ہوئی موٹی گردن کے اندر سے ایک بہت ہی خوفناک سر باہر نکالا، جس کے بڑے بڑے جبڑے ننگے تھے اور لمبے لمبے نوکیلے دانت چمک رہے تھے اور آنکھوں میں شعلے لپک رہے تھے۔ بھُوت بولا :

"مَیں تجھے کچّا کھا جاؤں گا۔"

منّو، بھُوت کا مذاق اُڑاتے ہُوئے بولا :

"ابے اِتنا چھوٹا ٹینی سا تو بھُوت ہے۔ تُو مجھ سے کیا لڑے گا، جا اپنے برابر والوں سے بات کر!"

بھُوت نے اب جو سر اُٹھا کر اُوپر دیکھا تو اُسے منّو کا سر چھت کو چھُوتا ہُوا نظر آیا۔ یہ دیکھ کر بھُوت سخت غضبناک ہُوا۔ اُس کے مُنہ سے دُھواں نکلنے لگا اور وہ ایک دم بڑا ہو گیا۔ بڑا ہوتا گیا اور پھُولتا گیا۔ پھُولتا گیا۔ پھُول پھُول کر وہ بھی چھت تک آن پہنچا، جہاں منّو بانس کے ڈنڈوں کے سہارے

کھڑا تھا۔ بھوت اپنی تلوار کو گھماتے ہوئے بولا :

"اب بول!"

منّو نے بھوت کی تلوار کا وار خالی دیا اور فوراً جھک کر اپنی ماں کی دی ہوئی سوئی بھوت کے پیٹ میں چبھو دی۔ سوئی کے چبھوتے ہی ایک زور دار دھماکہ ہوا، جیسے کوئی غبارہ پھٹ گیا ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد منّو نے دیکھا کہ بھوت کمرے کے فرش پر گرا پڑا ہے اور اب اس کا قد بالکل گھٹ گیا ہے اور صرف ایک عام آدمی جتنا ہے۔

بھوت نے حیرت سے کہا :

"تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ میں اندر سے خالی ہوں؟"

منّو بولا : "جب کوئی آدمی اپنی حیثیت سے بڑا دکھائی دینے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اندر سے کھوکھلا ہوتا ہے۔"

بھوت نے کہا :

"میں کھوکھلا نہیں ہوں۔ میں بہت طاقت ور ہوں۔ دیکھو میرے پاس اتنی طاقت ہے کہ میں غبارے

کی طرح پھول کر اگر چھت تک پہنچ سکتا ہوں، تو سکڑ کر بہت چھوٹا بھی ہو سکتا ہوں۔"

"یہ کیا مشکل کام ہے۔" منّو نے لاپروائی سے کہا۔ "مَیں بھی تمھیں چھوٹا ہو کر دکھا سکتا ہوں۔"

"دکھاؤ۔" بھوت بولا۔ "تم تو چھت سے لگے کھڑے ہو۔"

یکایک منّو نے جلدی سے اپنی ٹانگوں سے بندھی ہوئی تمام رسّیاں کھول ڈالیں۔ بانس کے ڈنڈے نیچے گر گئے اور منّو زمین پر آ رہا۔ اب تو وہ بے سر کے بھوت سے بھی بہت چھوٹا دکھائی دے رہا تھا۔ کیونکہ وہ صرف آٹھ سال کا بچّہ تھا۔

"دیکھا؟" منّو نے اُسے چڑاتے ہوئے کہا۔

"ارے مَیں بھوت ہوں بھوت۔ تم مجھ سے ڈرتے کیوں نہیں ہو؟" بھوت نے غصّے سے دانت کٹکٹا کر پوچھا۔

"مَیں تم سے کیوں ڈروں؟ تم میں خاص بات کیا ہے؟" منّو نے اس سے پوچھا۔

"مَیں تمھارا سر کاٹ سکتا ہوں۔"

بھوت نے غصّے میں چلّا کر کہا۔
منّو نے کہا : "کوئی ایک بڑا آدمی کسی بھی بچّے کا سر کاٹ سکتا ہے۔ اِس میں کیا خاص بات ہُوئی؟"
"میں اِس زینے سے نیچے دوڑتا ہُوا جا سکتا ہُوں۔ حالانکہ، اس کے دونوں طرف دیواروں میں خوفناک بھالے لگے ہُوئے ہیں، جو بہت تیز ہیں۔" بھوت نے کہا۔ "میں اِس زینے سے ایک منٹ میں اُوپر سے نیچے تک پہنچ سکتا ہُوں۔"
"میں آدھے منٹ میں پہنچ سکتا ہُوں۔" منّو نے جواب دیا۔
"چلو پہنچ کے دکھاؤ!" بھوت نے کہا۔
"تم آگے چلو! تمھارے پیچھے میں آتا ہُوں!" منّو نے کہا۔
بھوت غصّے سے بڑبڑاتا ہُوا تیز تیز قدموں سے زینے کی سیڑھیاں اُترتا گیا۔
جب بھوت منّو کی آنکھوں سے اوجھل ہُوا تو لپک کر منّو ریشمی ڈوری پر سدھ کر نیچے پھسلتا گیا۔ اور مینار کے نیچے توشہ خانے کے دروازے پر پہنچ گیا۔

بھوت ہانپتا ہوا جب نیچے پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ وہاں منّو اس سے پہلے ہی موجود ہے۔ بھوت غصّے سے پھنکارنے لگا۔ اس کی سانس میں ایسی گرمی تھی کہ ایک ہی سانس سے زینے کی ساری مشعلیں جل جاتی تھیں، اور دُوسری سانس میں اِتنی زیادہ تیزی ہوتی تھی کہ دُوسرے ہی لمحے میں ساری مشعلیں بُجھ جاتی تھیں۔ یہ کھیل دو تین دفعہ دکھانے کے بعد بھوت نے منّو کی طرف فتح مندانہ نگاہوں سے دیکھ کر کہا: "اب بتاؤ!"

منّو نے اپنی کلائی سے بندھے ہوئے کپڑے کو اُتارا، جس میں جگنوؤں کی مدّھم مدّھم ٹھنڈی روشنی چمک رہی تھی، انگوٹھی کے ایک نگینے کی طرح! منّو نے ہنس کر کہا:

"بڑی بڑی مشعلیں بُجھاتے ہو، اگر میری اِس چھوٹی سی روشنی کو بُجھا کے دکھاؤ، تب تم کو بھوت مانوں۔"

بھوت نے زور کی ایک پھونک ماری۔ پھر دوسری، تیسری، چوتھی اور پھر پھونک پر پھونک مارتا گیا۔ مگر جگنوؤں کی روشنی کیسے بُجھتی؟

آخر تھک کر چُور چُور ہو گیا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور وہ توشہ خانے کے دروازے کے آگے زمین پر بیٹھ کر ہانپنے لگا، اور افسوسناک لہجے میں بولا :

"اگر تم ڈر جاتے تو مَیں پہلے وار ہی میں تمھارا سر اُڑا دیتا !"

"تو پھر تم نے ایسا کیوں نہیں کیا ؟ منّو نے پُوچھا۔

" کیونکہ تم ڈرے ہی نہیں !" بھُوت بہت افسوسناک لہجے میں بولا۔" اور تم پہلے آدمی ہو جو مجھ سے نہیں ڈرے، اور، ہم بھُوتوں کا یہ اصُول اور قاعدہ ہے کہ جو آدمی ہم سے نہیں ڈرتا، ہم اُسے نہیں مار سکتے !"

منّو نے کچھ دیر تک سوچنے کے بعد کہا :

" اگر تم ایک کام کر کے دکھاؤ تو مَیں تم سے ڈر سکتا ہُوں !"

" کیا ؟" بھُوت کے چہرے پر اُمید کی ایک جھلک نمودار ہُوئی۔

منّو نے اپنی جیب سے لکڑی کا کھلونا نکالا اور اس کا کھٹکا دبایا۔ کھلونے کا چھوٹا سا مُنہ کھُل گیا، اور چھوٹی سی زبان باہر نکلی۔

منّو نے بھوت سے کہا :

" اگر تم اِتنے چھوٹے بن جاؤ کہ اِس مُنہ کے اندر چلے جاؤ، تو مَیں تمھاری طاقت سے ڈر سکتا ہُوں۔"

"یہ کیا مشکل بات ہے!" بھُوت فوراً اپنی جگہ پر چھوٹا ہوتا گیا۔ چھوٹا ہوتا گیا۔ پلک جھپکتے ہی وہ ایک مچھّر کے برابر چھوٹا ہوگیا، اور بِھن بِھن کرتا ہُوا کِھلونے کے مُنہ میں چلا گیا۔ منّو نے فوراً کھٹکا دبا کر کِھلونے کا گول مُنہ بند کر دیا۔

" ارے مجھے باہر نکالو۔" بھُوت زور سے چلّایا۔

" خود نِکل آؤ۔ تم بہت طاقت ور ہو نا۔ مَیں کیوں نکالوں!" منّو نے بھُوت کو جواب دیا۔

" مگر کہیں کوئی سُوراخ نہیں ہے! کہاں سے نِکلوں؟ ذرا کھٹکا تو کھولو!" بھُوت نے چیختے ہُوئے کہا۔

منّو نے ہنس کر کہا :

" کھولوں گا، مگر کل صبح!"

دُوسرے دن راجا نے جب دربار لگایا تو کہا : " ارے بھئی!

کوئی توشہ خانے کے دروازے تک چلا جائے ، اور وہاں پر ایک چھوٹے بچّے کی لاش پڑی ہو گی ۔ اُسے اُٹھا کر لے آئے اور اُس کے ماں باپ کے حوالے کر دے !"

ایک آدمی بڑی ہمّت کر کے توشہ خانے تک گیا تھا، مگر وہ جب واپس آیا تو سَب نے دیکھا کہ منّو جیتا جاگتا ہاتھ میں لکڑی کا ایک کھلونا لیے چلا آ رہا ہے ۔

" تم زندہ ہو ؟" راجا نے حیرت سے پُوچھا ۔

" جی ہاں !" منّو نے ہنس کر جواب دیا ۔

" اور بھُوت کا کیا بنا ؟ راجا نے بے تابی سے پُوچھا ۔

" وہ میری قید میں ہے !" منّو نے جواب دیا ۔

" تمھاری قید میں ؟" راجا نے حیرت سے پُوچھا ۔

" ہاں !" منّو نے جواب دیا ۔

" کہاں ؟ راجا نے پھر پُوچھا ۔

" اِس لکڑی کے کھلونے میں !" منّو ہنس کر بولا ۔

" اے لڑکے ! کیوں مذاق کرتا ہے ؟" راجا برہم ہو کر بولا ۔" سچ

بتا، ورنہ خواہ مخواہ جان سے جائے گا!"

"سچ کہتا ہوں سرکار!" منّو بولا۔ "بھوت اِس وقت میرے اِس لکڑی کے کھلونے میں ہے۔" یہ کہہ کر منّو نے لکڑی کے کھلونے کو زور زور سے ہلا کر جھلایا۔

اندر سے بھوت چلّا کر بولا:

"ہائے میری ہڈی پسلی ایک ہو گئی۔ ارے مجھے آزاد کر دو۔ میری جان بخش دو۔ مجھے چھوڑ دو۔"

منّو نے پوچھا: "پھر کبھی گنڈک کے قلعے میں آئے گا؟"

"کبھی نہیں!" بھوت نے جواب دیا۔

"کِسی کو ستائے گا؟" منّو نے پھر پوچھا۔

"کبھی نہیں!" بھوت نے وعدہ کیا۔

"کھاؤ قسم!" منّو نے کہا۔

"قسم کھاتا ہوں اپنے بھوتوں کے سردار جھلمل بزاز فِلفِل دراز کی۔ اب کبھی اِس علاقے کا رُخ نہیں کروں گا۔ مگر میری جان بخش دو۔ مجھے باہر نکالو۔ اِس چھوٹے سے

کھلونے میں میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔"

درباری حیرت سے یہ ساری گفتگو سُن رہے تھے۔ یکایک منّو نے لکڑی کا کھٹکا دبایا۔ دُوسرے لمحے لکڑی کے کھلونے سے ہولے ہولے دُھواں نکل کر اُوپر فضا میں ایک آدمی کی صُورت اختیار کرتا گیا۔ جس کے جسم پر ایک زرہ بکتر تھا اور جس کی گردن پر کوئی سر نہ تھا۔ پھر زور کا ایک دھماکہ ہُوا اور وہ دُھواں بکھر کر فضا میں گھُل گیا۔ سب درباری مُنہ میں اُنگلیاں دابے حیرت سے دیکھتے رہ گئے۔

راجا نے منّو کو آدھی سلطنت انعام میں نہیں دی کیونکہ منّو آٹھ سال کا بچّہ تھا اور سلطنت کا انتظام نہیں کر سکتا تھا۔ راجا نے اپنی بیٹی کی شادی بھی منّو سے نہیں کی، کیونکہ منّو بڑھئی کا بیٹا تھا اور ایک بڑھئی کا بیٹا ایک راجا کی بیٹی سے کیسے شادی کر سکتا ہے۔ اس لیے منّو واپس اپنے گاؤں میں چلا گیا۔ جہاں وہ اب بھی بھیڑ بکریاں چَراتا ہے۔ لکڑی کے کھلونے سے کھیلتا ہے اور سوچتا ہے کہ اگر پھر کوئی راجا ندی میں ڈوبنے کے لیے آیا تو وہ اُسے ہرگز نہیں بچائے گا!

●●

# Gandak ka Bhoot
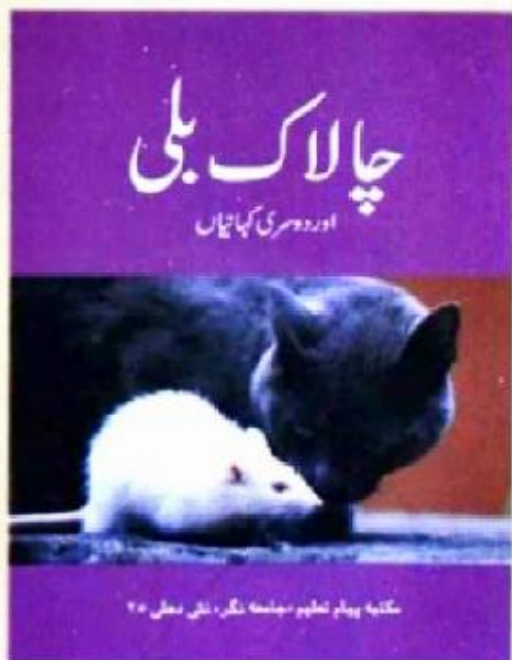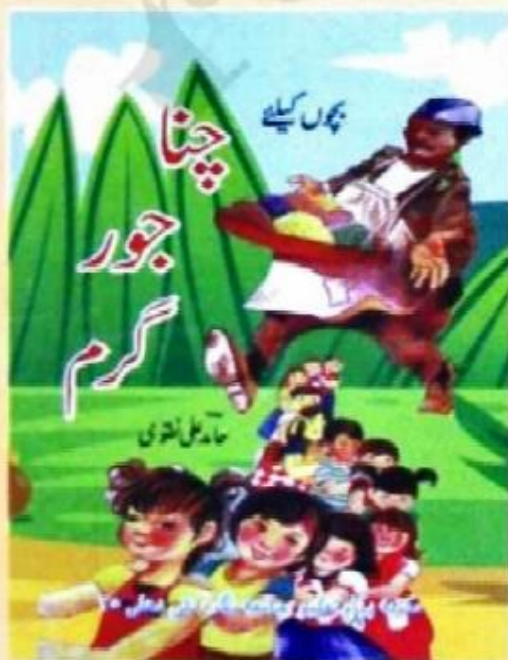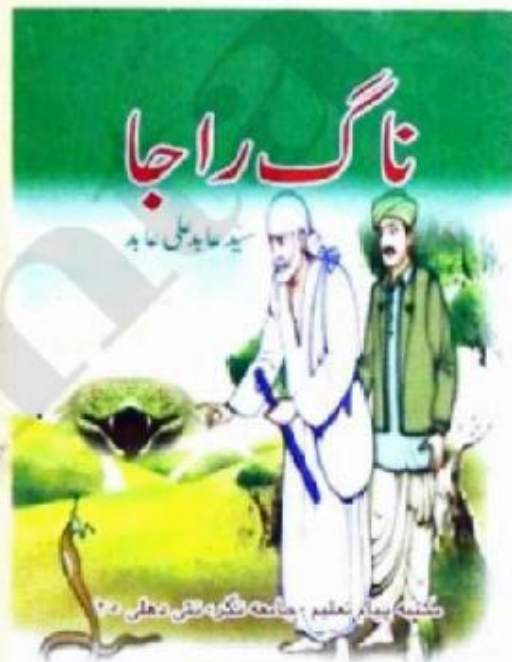
**Maktaba Paym-I-Taleem**

**New Delhi-110025**